International Journal of Islamic Studies & Culture *ISSN- 2709-3905*
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 *PISSN2709-3891*
(Volume.4, Issue.1 (2024)
(January-March)

Status of Women in Islam and Different Cultures

اسلام اور مختلف تہذیبوں میں حیثیت نسواں

Muhammad Sajid
M. Phil Scholar, Institute of humanities & Arts, Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology, Rahim Yar Khan, Pakistan.
Dr. Muhammad Shahid Habib
Assistant Professor, Institute of humanities & Arts, Khawaja fareed University of Engineering & Information Technology, Rahim Yar Khan, Pakistan.
Dr. Mazhar Hussain Bhadroo
Lecturer, Islamic Studies, IHA, KFUEIT RYK

Abstract

The status of women and the concept of the veil exhibit remarkable diversity across cultures and religions, reflecting a complex interplay of historical, social, and religious factors. In some cultures, women have made substantial strides towards equality, enjoying rights and opportunities akin to men. In contrast, certain societies continue to grapple with gender disparities and discrimination. Religion often plays a pivotal role in shaping these dynamics. The concept of the veil, for instance, varies widely. In Islam, the hijab symbolizes modesty and submission to God, although interpretations vary from mandatory to voluntary, depending on cultural and regional influences. In contrast, the niqab and burqa cover the face, and their significance varies among Muslim communities. Christianity and Judaism, while emphasizing modesty, do not universally prescribe veiling, and practices differ widely among denominations. Sikhism similarly emphasizes modesty but doesn't mandate veiling. In Hinduism, veiling practices are diverse, reflecting regional customs and traditions. Some women wear veils as a symbol of respect, while others don't. Buddhism generally doesn't advocate veiling. Overall, the status of women and the veil's meaning are multifaceted. Cultural, religious, and regional variations result in a wide spectrum of beliefs and practices. Progress towards gender equality and changing interpretations of the veil continue to shape the roles and identities of women in various societies worldwide, making this an evolving and dynamic aspect of global culture and religion.

Key words- Comparative Review, Human Rights, Women Rights in Islam and Other Religions, Status of Women in Islam and Comparison to Other religions.

تعارف:

عصر حاضر میں مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، تہذیبی، سماجی و معاشرتی رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔ بلاد اسلامیہ میں اسلامی پردہ اور حیاء بھی برائے نام رہ گیا ہے۔ اور مغربی تہذیب و افکار سے متاثر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور ان کی تہذیب کو اپنے بلاد اسلامیہ میں نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ تاہم عملی طور پر مغربی تہذیب غالب آچکی ہے۔ اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ہمارے ہاں مغربی نظام کو اتنا اہم اور وقت کی ضرورت بنا کر پیش کر دیا گیا ہے کہ شاید اس کے بغیر کوئی دوسرا نظام موجود ہی نہیں ہے۔ ہم نے اس مضمون میں مغربی نظام تہذیب و معاشرت اور قدیم و جدید تاریخ نقل کی ہے اور اسلام نظام معاشرت پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے کہ اسلام کا نظام ہی ایسا نظام ہے جو ہمارے طرز زندگی، نظریہ زندگی اور ہمارے افکار و نظریات کی خوب عکاسی کرتا ہے۔

اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام تر شعبہ جات کی مکمل اور اکمل رہنمائی کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا دائرہ کار محدود نہیں ہے یہ پوری دنیا پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ جب تک قرآن وسنت سے مربوط نظام لوگوں کے سامنے نہیں لایا جائے گا تو لوگوں کو آگہی کیسے نصیب ہوگی؟ حالانکہ دین اسلام ہی تو مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے۔ جو انسان کے ہر میدان عمل میں رہنمائی کرتا ہے۔

خدائے لم یزل نے انسان کو اپنی مخلوق میں سے چن لیا اور زمین میں خلیفہ منتخب فرمایا اور اس کو معتدل اور متوازن دین عطا کیا تاکہ زمین میں اعتدال اور توازن قائم رہے۔ جب انسان کے اندر بے اعتدالی آجائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے کیونکہ زمین کی خلافت انسان ہی کے سپرد ہے اور انسان ہی زمین کا نگران اور ذمہ دار ہے۔ جب ہی زمین پر عدم توازن ہو تو وہ جرم انسان پر عائد ہو گا اس لیے انسان کو ایک ایسے دین اور قواعد واصول کی ضرورت تھی جس سے وہ تمام چیزوں میں اعتدال اور توازن قائم رکھ سکے تو اللہ تعالیٰ نے اسے خلیفہ بناتے وقت ہی دین اسلام اسے عنایت کر دیا۔ اور اسلام ہی معتدل اور متوازن دین ہے اس کے علاوہ اور کوئی بھی دین اعتدال کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتا۔

اسلام اور دیگر تہذیبوں میں حیثیت نسواں

کسی بھی قوم کی تہذیب وثقافت اپنی تشکیل، بناء اور بقاء کے لیے ان بنیادی اصولوں اور مابعد الطبیعاتی حقیقتوں کی پابند ہوتی ہے جن پر کسی تہذیب، قوم یا معاشرے کی بنیاد ہوتی ہے۔ قبل از اسلام کئی تہذیبیں تاریخ کے مختلف ادوار میں موجود تھیں جن میں ایرانی تہذیب، یونانی تہذیب، رومی تہذیب، ہندی تہذیب سر فہرست ہیں۔ ان ہم ان تہذیبوں، ثقافتوں کا بغور تجزیہ کریں تو ان کے پیچھے ہمیں ان قوموں کی سوچ وفکر، نظریات، عادات واطوار، خصائص وخصائل اور روایات کارفرما نظر آئیں گی۔ مگر دنیا کی تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کے مقابل اسلامی تہذیب وثقافت بالکل منفرد اور امتیازی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس کی بنیادی وجہ وہ اصول وضوابط، افکار ونظریات ہیں جو حضور ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ کے ذریعے امت مسلمہ کو عطا فرمائے۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی سیرت مبارکہ نے انسانیت کی زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی فراہم کی۔ چراغِ مصطفوی ﷺ سے جو آزادی، مساوات، روشن خیالی اور اعتدال پسندی رونما ہوتی ہے وہ شریعت اسلامی کے بے کم وکاست اتباع سے عبارت ہے۔

کسی معاشرہ اور تمدن کی محکم اساس ازدواجی تعلقات کے حسن وکمال پر منحصر ہے۔ اسلام اس بنیاد کو ان تعلیمات کی روشنی میں پیش کرتا ہے جو کتاب وسنت کی پاکیزہ ماخذ سے ملتی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ اسلامی تہذیب میں عورت کو ایک خاص شرف اور عزت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس کی پیدائش پر اس کی تربیت کا ایک خاص نصاب اور نظام ہے، جوان پر اس کی عفت وعصمت کے ساتھ نکاح جیسی تقریب کے حوالے سے ایک دوسرے خاندان کی تشکیل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ماں کی حیثیت سے وہ ایک صحت منداور حیادار نسل کو اسلامی معاشرے کے سپرد کرتی ہے، بخلاف اس کے کہ مغربی تہذیب اور معاشرہ میں عورت کا ماضی اور حال ابھی تک ایک ظلومیت کی تصویر پیش کرتا ہے۔

مرد نے اپنے آرام وآسائش اور ترقی وعروج کے لیے جس ہستی کا غلام رہا جس کے خون سے اس نے اپنی پرورش پائی، جس کی آغوش اور شفقت میں زندگی گزاری اور پروان چڑھا، جس نے شمع فروزاں بن کر اس کی تاریک زندگی کو منور کیا، جس کے تبسم نے اس کی کلفتوں کو راحتوں میں بدلا اس نے ہمیشہ اسے اپنے سفاکانہ مظالم کا نشانہ بنائے رکھا۔

مغرب نے مسلم معاشروں کو خواتین کے حقوق کے ذیل میں بالخصوص ہمیشہ پسماندگی اور دقیانوسیت کا شکار تصور کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مسلم ممالک میں صنفی زیادتیوں کا معاملہ یقیناً تکلیف دہ ہے، مگر جب ہم ترقی یافتہ مغربی معاشروں میں خواتین کی معاشرتی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو تصویر کا ایک یکسر دوسرا رخ ہمارے سامنے آتا ہے۔

1870ء سے پہلے تک برطانیہ میں خواتین کو شوہروں سے الگ اپنی جائیداد کی ملکیت کا حق حاصل نہیں تھا۔ مغرب کو شاید اس کا علم نہ ہو کہ مسلم خواتین کو آزادی ملکیت کا حق ہمیشہ سے حاصل رہا ہے اور پیغمبر ﷺ اسلام نے اپنی عملی زندگی کا آغاز بحیثیت تاجر کیا تھا جس میں وہ اپنی شریک حیات کے ساتھ شراکت دار بھی تھے۔

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

بہر حال جہاں تک آثار اور تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی یہ حیثیت صرف غیر مہذب اور نشائستہ ممالک تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ ممالک جو تہذیب و معاشرتی ترقی میں اپنی مثال آپ تھے بھی اس جابرانہ سلوک سے مبرا نہ تھے، لیکن اسلام جو ایک مکمل نظام حیات ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کی اکمل رہنمائی بھی کرتا ہے، اس نے عورت کو معاشرے میں ایک ممتاز حیثیت بخشی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اسلامی نقطہ نگاہ سے عورت کی حیثیت کو پیش کریں، دیگر ادیان اور تہذیبوں میں عورت کی حیثیت کو سمجھ لیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ دیگر ادیان اور تہذیبوں میں سے اسلام نے اسے کیا مقام و فضیلت بخشی۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

مسلمان علماء معاشرت نے اسلام سے پہلے معاشرتی حالات کو یونان سے شروع کیا ہے۔ کیونکہ یونان علم و تمدن کی دنیا میں امام کے فرائض سرانجام دے چکا ہے، بیشتر علمی، سیاسی، معاشرتی، تعلیمی اور فلسفانہ نظریات کی نسبت یونان کی طرف کی جاتی ہے۔ یونان نے سیاسی اور معاشرتی استحکام کی طرح ڈالی۔[1] اس کے بعد رومی تہذیب نے اسے فوقیت دی، اور ان پر ایرانیوں نے یونانی اور رومی تہذیبی اثرات کو پروان چڑھایا۔ لہٰذا اب ان اقوام میں عورت کی حیثیت کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اسلام کے علاوہ عورت کو کس قدر انتہائی پست اور ذلیل مخلوق تصور کیا جاتا رہا ہے۔[2]

یونانی تہذیب

یونانی فلاسفروں نے مرد و عورت کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا لیکن یہ محض زبانی تعلیم تھی۔ اخلاقی بنیادوں پر عورت کی حیثیت صرف بے بس غلام کی سی تھی اور مرد کو اس معاشرے میں ہر اعتبار سے فوقیت حاصل تھی۔

عبدالصمد صارم پروفیسر ہنری مارٹن کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

"یونانی عورت عمر بھر پابند رہتی تھی، اس کو اپنی ذات پر کسی قسم کا اختیار نہ تھا، وہ اپنے معاملات میں کسی قسم کا تصرف نہ کر سکتی تھی"۔[3]

عورت کی زندگی صرف اس پر منحصر ہوتی تھی کہ وہ مرد کی لونڈی بن کر رہے گی یا اس کی غلامی اور خدمت کرے گی، یونان کے ہاں مشہور ہے کہ وہ عورت کو ایک درجہ کم مخلوق سمجھتے تھے جن کا مصرف صرف گھریلو کام اور نسل کی پروان چڑھانا تھا۔ ان میں جو بات حقوق نسواں کی تائید میں تھی وہ صرف یہ تھی کہ انتھینیا کا قانون یتیم لڑکیوں پر خاص مہربان تھا، یقیناً افلاطون مرد و زن کی مساوات کا داعی تھا، لیکن یہ دعوت فقط نام کی رہ گئی تھی۔ عملی زندگی اس سے کوسوں دور تھی۔

ڈاکٹر خالد علوی تاریخ اخلاق یورپ کے حوالے سے یونان میں عورت کی حیثیت کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

"بحیثیت مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ انتہائی پست تھا اس کی زندگی مدۃ العمر غلامی میں بسر ہوتی تھی، لڑکپن میں اپنے والدین کی، جوانی میں اپنے شوہر کی، بیوگی میں اپنے فرزندوں کی وراثت میں ہوتی تھیں۔ اس کے مقابلے میں اس کے مرد وغیرہ کا حق ہمیشہ راجح سمجھا جاتا تھا، طلاق کا حق اسے قانوناً ضرور حاصل تھا تاہم عملاً وہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی، کیونکہ عدالت میں اس کا اظہار یونانی ناموس و حیاء کے منافی تھا............"[4]

عام طور پر یونانیوں کے نزدیک عورت گھر اور گھر کے اسباب کی حفاظت کے لیے ایک غاطہ کی حیثیت رکھتی تھی اس میں اور اس کے شوہر کے غلاموں میں بہت کم فرق تھا وہ اپنی مرضی کے ساتھ نکاح بھی نہیں کر سکتی تھی، بلکہ اس کے مشورے کے بغیر لوگ اس کا نکاح کر دیتے تھے، وہ خود بمشکل طلاق لے سکتی تھی، لیکن اگر اس سے اولاد نہ ہو یا شوہر کی نگاہوں میں غیر پسندیدہ ہو تو اس کو طلاق دے سکتا تھا۔ مرد اپنی زندگی میں جس دوست کو چاہتا، وصیت میں اپنی عورت نذر کر سکتا تھا، اور عورت کو اس کی وصیت کی تعمیل مکمل طور پر کرنا پڑتی تھی، عورت کو خود کسی چیز کے فروخت کرنے کا اختیار نہ تھا............ غرض وہاں عورت کو شیطان سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا، لڑکے کی پیدائش پر خوشی

اور لڑکی کی پیدائش پر غم کیا جاتا تھا۔[5] اگر بھائی موجود ہوتا تو بہن وراثت کے حق سے محروم ہو جاتی تھی۔ وراثت کی حقدار اس وقت بنتی جب وہ اکیلی ہوتی، لیکن اس صورت میں بھی اس کے لیے لازم تھا کہ وہ باپ کے دیگر ورثاء میں سے سب سے بڑے سے نکاح کرے اور جو بچہ اس سے پیدا ہو وہ نانا کی طرف منسوب ہو کر اس وراثت کا حقدار بنے۔

سید ابوالاعلیٰ المودودی لکھتے ہیں:

"شادی کا مقصد خالص سیاست کے لیے تھا یعنی طاقتور اولاد پیدا ہو کر ملک و قوم کی حفاظت کے کام آئے، اسپارٹا میں وہ عورت قتل کر دی جاتی تھی جس سے قوی اولاد پیدا ہونے کی امید نا ہوتی تھی۔ اور ان کے ہاں یہ رواج مشہور تھا کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو فوائد ملکی کی خاطر اس عورت کو دوسرے شخص کی نسل لینے کے لیے اس کے شوہر سے عاریتاً لے لیتے تھے۔

یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن میں بھی بجز طوائف کے کسی عورت کی قدر نہیں کرتے تھے"۔[6]

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

"یونانی خرافیات (Mythology) میں ایک خیالی عورت پانڈورا (Pandora) کو اسی طرح تمام انسانی مصائب کا موجب قرار دیا گیا تھا جس طرح یہودی خرافیات میں حضرت حوا علیہ السلام کو قرار دیا گیا ہے"۔[7]

سید امیر علی صاحب رقمطراز ہیں کہ:

"As Ameer Ali says Among the Athenians, the wife was a mere chattel marketable and transferable to others, and a subject of testamentary disposition. She was regarded in the light of an evil indispensable for the ordering of a household and procreation of children."[8]

ترجمہ:

"سید امیر علی کہتے ہیں کہ یونانیوں کے ہاں عورت کی حیثیت لونڈی کی سی تھی جسے فروخت کیا جاتا اور دوسروں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ اسے ایسی ناگزیر برائی سمجھا جاتا تھا جو امور خانہ داری اور بچوں کی پرورش کے لیے ضروری تھی"۔

افلاطون رقمطراز ہیں:

"جتنے ذلیل و ظالم مرد ہوتے ہیں وہ سب نتائج کے عالم میں عورت ہو جاتے ہیں"۔[9]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"آزادانہ اختلاط کرنے والے مرد اور عورتیں ممتاز صلاحیتوں کی مالک ہوں گی، اور ان کی اولاد بھی یقیناً دوسرے لوگوں سے اعلیٰ و برتر ہو گی"۔[10]

رومی تہذیب

روم میں بھی مرد جابرانہ طور پر اپنی بیوی پر حکومت کرتا تھا عورت کو بطور لونڈی رکھا جاتا تھا جس کا معاشرت میں کوئی حصہ نہیں سمجھا جاتا تھا، اسے تمام قسم کے حقوق سے عاری جانا جاتا تھا، یہاں تک کہ وراثت کے حق سے بھی محروم سمجھا جاتا تھا، مویشیوں کی طرح اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی، شوہر اسے اپنی ملکیت تصور کرتا تھا، وہ تمام قسم کے عہدوں سے محروم تھی یہاں تک کہ کسی معاملے میں اس کی گواہی کا بھی اعتبار نہیں کیا جاتا تھا، عیش پرستی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ لوگ تاہل کی بجائے تجرد کی زندگی پسند کرنے لگے تھے، تاکہ آزادی سے اپنی شہوانی جذبات کی تشفی کر سکے چنانچہ روم میں اسقاط حمل کوئی ناجائز فعل نہ تھا، کیونکہ ازدواجی تعلق کی ذمہ داریوں کو بہت ہلکا سمجھا جانے لگا تھا جس کی وجہ سے طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑا جانے لگا۔[11]

دنیا میں آنے سے وفات تک حیثیت خواتین فقط قیدی کی سی ہوتی تھی، یونانیوں اور ہندوستانیوں کی طرح رومیوں کے دل بھی عورت کے معاملے میں رحم و مروت سے قطعی محروم تھے۔ سنگدلی اور شقاوت قلبی کا عالم یہ تھا کہ عورت کو اپنی عصمت وعفت اور ناموس وحیا کے تحفظ کے لیے کوئی حقوق حاصل نہ تھے، مرد کو اپنی بیوی کے چال چلن کے متعلق اگر رائی برابر بھی شبہ ہوتا تو وہ اسے قانونی طور پر موت کے گھاٹ اتار دینے کا حق رکھتا تھا۔ اس کی موت کے لیے وہ کیا آلہ یا ذریعہ اختیار کرے، اس بارے میں بھی مرد کو اپنی خواہش پر مکمل اختیار تھا۔[12]

سید جلال الدین لکھتے ہیں کہ :

"غلاموں کی طرح عورت کا مقصد بھی خدمت اور چاکری سمجھا جاتا تھا، مرد اسی غرض سے شادی کرتا تھا کہ بیوی سے فائدہ اٹھا سکے گا، وہ کسی عہدہ کی اہل نہیں سمجھی جاتی تھی، حتیٰ کہ کسی معاملے میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا۔ رومی سلطنت میں اس کو قانونی طور پر کوئی حق حاصل نہ تھا"۔[13]

مولانا عبدالقیوم ندوی رقمطراز ہیں:

"رومی عورت کو شوہر کی ملکیت قرار دیتے تھے اور منجملہ جائیداد منقولہ میں اسے بھی شمار کرتے تھے"۔[14]

یعنی معلوم ہوا کہ روم کا تہذیبی ارتقاء بھی بذات خود افراط و تفریط کا شکار رہا، ایک ایسا وقت بھی تھا کہ ایک مرتبہ روم کے سینٹ کے ایک ممبر نے اپنی بیٹی کے سامنے اپنی زوجہ کا بوسہ لیا تو اس کو قومی اخلاق کی سخت توہین سمجھا گیا تھا۔ اور سینٹ میں اس پر ملامت کا ووٹ پاس کیا گیا تھا، اور پھر وہ دور بھی آیا جب نام نہاد تہذیب و ترقی میں جب ازدواجی تعلق کی ذمہ داری بھی نہایت ہلکی تصور کی جانے لگی، قانون نے عورت کو باپ اور شوہر کے اقتدار سے بالکل آزاد کر دیا۔

سید ابوالاعلیٰ المودودی صاحب اسی دور کی عکاسی اسی تہذیب کے فلاسفر کے ذریعے کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"اس دور میں عورت یکے بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کرتی جاتی تھی مارشل (43تا104ء) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی، جو دنیل (60ءتا130ء) ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال میں آٹھ شوہر بدلے، سینٹ جروم (340ءتا420ء) ان سب سے زیادہ ایک باکمال عورت کا حال لکھتا ہے جس نے آخری بار تیسواں شوہر کیا تھا، اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسویں بیوی تھی"۔[15]

مصری تہذیب

مصر میں بھی عورت کی کوئی منزلت وقیمت نا تھی اسے حقیر جان کر انسانیت کے تمام حقوق سے محروم کیا گیا، چنانچہ فدا حسین ملک لکھتے ہیں کہ :

"In Egypt and all the European Countries, Women were treated worse than salves."

"مصری اور یورپی ممالک میں عورتوں سے جو سلوک کیا جاتا تھا وہ غلاموں سے بھی بدتر تھا۔[16]

یہودی تہذیب

تعلیمات اسلام کے آغاز کے وقت زیادہ تر دو بڑے مذاہب پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک یہودیت اور دوسرا عسائیت تھا، یہود کی کتاب مقدس تورات اور اس کے ملحقات ہیں جو "عہد نامہ قدیم" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہودیت میں پردے کے احکام صرف "عہد نامہ قدیم" سے ہی ملتے ہیں۔ اشرافیہ یہود میں حجاب نہ صرف پردہ کے لیے ہی مستعمل تھا بلکہ یہ شرافت و وقار اور زیبائش کی علامت کے طور پر بھی زیب تن کیا جاتا تھا۔[17] جس میں اللہ رب العزت نے حضرت یعیاہ کی زبان سے یہود کے امیر و اعلیٰ طبقہ کی خواتین کو ان کی ادافروشی و ناز و انداز کی پاداش میں ان سے جن چیزوں کے سلب کرنے کا ذکر ہے ان میں سے ایک حجاب بھی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے طبقہ اشرافیہ میں خواتین کے لیے حجاب کا طریقہ بھی رائج تھا۔

ڈاکٹر مینیکم ایم بریر رقمطراز ہیں کہ :

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

"یہ یہودی عورتوں میں عام رواج تھا کہ وہ لوگوں میں ایسا سرپوش پہن کر جاتی تھیں جو کہ بعض اوقات ایک آنکھ کو خالی چھوڑتے ہوئے تمام چہرے ڈھانپ لیتا تھا"۔"اسرائیل کی بیٹیوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ننگے سر باہر جائیں اور اس مرد پر بھی لعنت ہے جو اپنی بیوی کو بال کھلے چھوڑنے کی اجازت دیتا ہے اور وہ ایک ایسی عورت معلوم ہوتی ہے جو اپنے بالوں کی نمائش کر رہی ہو کیونکہ خود نمائشی غربت کا باعث ہے"۔"اصول رہبانیت (یہودیت) ایک ننگے سر شادی شدہ خاتون کی موجودگی میں نمازوں اور دعائے خیر کی تلاوت یا پڑھنا منع کرتا ہے، کیونکہ عورت کے بالوں کو کھلا ہونے کو عریانیت سمجھا جاتا ہے"۔[18]

ڈاکٹر بریئر یہ بھی لکھتا ہے کہ یہودیت میں شرافت و عفت و عصمت کی علامت ہی عورت کا حجاب کرنا جانا جاتا تھا۔ لہذا وہ لکھتا ہے کہ: "بعض اوقات پردہ حیاء سے زیادہ امتیاز اور امارت کی علامت بن جاتا ہے۔ پردہ ایک عورت کی عزت نفس اور سماجی مرتبے کا مظہر تھا۔ ادنی درجہ کی خواتین اعلیٰ حیثیت کے اظہار کے لیے پردہ پہنتی تھیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پردہ حیاء اور شرافت کی علامت تھا۔ اس وجہ سے قدیم یہودی معاشرہ میں قحبہ عورتوں کو اپنے بال ڈھانپنے کی اجازت نہ تھی۔ تاہم فاحشہ عورت معزز نظر آنے کے لیے اکثر سرپوش (دوپٹہ) پہنتی تھیں"۔[19]

محمد امانت الرسول لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر بریئر نے کہا:

"یورپ میں یہودی عورتوں نے انیسویں صدی تک حجاب کرنا جاری رکھا۔ جبکہ ان کی زندگیوں کا ارد گرد کی لادینی تہذیب کے ساتھ زیادہ باہمی میل جول تھا۔ انیسویں صدی میں یورپی زندگی کے بیرونی دباؤ نے ان میں اکثر کو ننگے سر باہر جانے پر مجبور کر دیا۔ کچھ یہودی خواتین کو اپنے روایتی پردے کی جگہ ایک دوسری قسم کی سرپوش وگ کا استعمال زیادہ آرام دہ محسوس ہوا۔[20]

اسلامی تہذیب

شریعت اسلامیہ کا نزول ہوتے ہی خواتین کے لیے ذلت و رسوائی اور ظلم و استحصال جیسی زندگی سے آزادی کی خوشخبری ملی، اسلام نے ان تمام رائج کردہ رسومات کا سرے سے قلع قمع کر دیا جو خواتین کے وقار کے منافی تھیں۔ اور عورت کو اس مقام تک پہنچایا جس سے وہ معاشرے میں عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھی جا سکتی، اور احترام کے مستحق قرار پائی جس طرح مرد مستحق ہیں، الغرض دینی احکامات بجالانے کی صورت میں بھی اس کو مردوں کے برابر اجر و ثواب عطا کرنے کا وعدہ کیا گیا بلکہ بعض مقامات میں دوہرا اجر کا وعدہ ہوا۔

بہرحال شریعت اسلامیہ نے خواتین کے فرائض تفصیل سے بیان کیے اور ان کو معاشرے میں قابل التفات اور قابل قدر و احترام ہستی بنایا۔ اور ان کو ایسے حقوق سے ہمکنار کیا جن سے وہ پہلے محروم تھیں۔ میدان حیات میں عورت کو مرد کی سرپرستی و حمایت اور مرد کو عورت کی تائید و رفاقت درکار ہے، ہر ایک دوسرے کے بغیر مکمل مقاصد زندگی کو پورا کرنے سے قاصر ہے، جہاں تک میدان عمل کا تعلق ہے تو اس کی تقسیم ہر ایک کی قوت و صلاحیت اور جسمانی و نفسیاتی تقاضوں کو سامنے رکھ کر کی جا سکتی ہے، تاکہ قانون فطرت کی خلاف ورزی نا ہو، کسی بھی فرد یا گروہ پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالا جا سکتا ورنہ نظام عالم میں بے ربطی اور ناآہنگی پیدا ہو گی اور کاروبار حیات میں سدھار کے بجائے بگاڑ آئے گا۔

دین اسلام فطرت کے عین مطابق ہے اس لیے اسلامی تعلیمات فطرت کے تقاضوں کے مطابق اعتدال کے ساتھ رکھا گیا ہے، جب کہ اس کے برعکس دیگر مذاہب و تہذیبوں میں فطری تقاضوں کو نظر انداز کیا گیا ہے، اس لیے وہ انسانیت کے لیے آئیڈیل نہیں بن سکتے۔

خواتین کی عصمت کی حفاظت

اسلامی معاشرہ میں عورت کے عزت و وقار اور پاکدامنی کو یقینی بنانے کے لیے مردوں پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے وہ عورت کی عصمت کا حق بجالائیں گے اور اسے تحفظ دیں گے۔

چنانچہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾[21]

ترجمہ:

"(اے رسول ﷺ) مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے۔"

اسلام نے عورت کی عصمت وعفت کا مکمل حق دے رکھا ہے یہاں تک کہ مسلمان مردوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ اگر دوسروں کے گھروں میں جاتے ہو تو پہلے دستک دیا کرو اگر اندر سے اجازت ملے تو اندر جاؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔

چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَداً فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾[22]

ترجمہ:

"مومنوں اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھروالوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ شاید تم یاد رکھو اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تم کو اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قال رسول اللہ ﷺ اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یؤذن بہ فلیرجع۔"[23]

ترجمہ:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے) تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ واپس چلا جائے" . عورت کو حقوق کی فراہمی کے لیے قرآن حکیم اور حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات نے مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے روکنے کی پاکیزہ تعلیمات دے کر پاکیزہ معاشرے کی بنیاد رکھی ہے، جس سے خواتین کے حق پاکدامنی اور عصمت وعفت کی حفاظت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

خواتین سے حسن سلوک

حضور اکرم ﷺ نے خواتین سے حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی اور زندگی کے عام معاملات میں بھی خواتین کے ساتھ رحم اور عفو و درگزر اور محبت سے پیش آنے کی تعلیم دی۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذی جارہ واستوصوا بالنساء خیرا فانھن خلقن من ضلع وان اعوج شیئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیرا"[24]

ترجمہ:

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

"سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کے حال پر چھوڑے رہو گے تب بھی ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرلو۔"

خلاصۃ البحث:

عورت مشرق اور مغرب میں ہر مقام پر موضوع گفتگو رہی ہے، اور مرد انسانی معاشرے کی تشکیل کرنے والے بنیادی عناصر ہیں۔ تہذیب یافتہ انسانی معاشروں میں آغاز سے حفظ مراتب اور تقسیمِ کار کا نظام رائج رہا ہے۔ اگر معاشرہ مہذب ہو تو اس میں عورتوں اور مردوں کے انسانی حقوق یکساں ہوتے ہیں لیکن تقسیم کار میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ اسلام نے مرد اور عورت کو برابری عطا کرتے ہوئے نیابت الٰہی کا اعلیٰ مقام تمام انسانوں کو عطا کیا ہے۔ اسلام قدیم نظریات کے مطابق عورت کو کمتر یا حقیر قرار دیتا ہے نہ جدید نظریات کے مطابق اسے شمعِ محفل بناتا ہے، بلکہ اسلام عورتوں کی ذمہ داریوں اور فرائض کا تعین اس کے فطرت کے مطابق کرتا ہے، اسلام عورت اور مرد کو اخلاقی مرتبہ اور انسانی حقوق میں مساوی قرار دیتا ہے لیکن تمدنی زندگی میں عورت اور مرد کے لئے ذمہ داریوں میں تخصیص کرتا ہے۔

اسلام نے محرم اور غیر محرم کے حدود مقرر فرمائے ہیں اور معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے کے لئے اسلام عورت کو مستور یعنی ڈھکی چھپی چیز قرار دیتا ہے اور زینت و آرائش کے ساتھ سب کے سامنے آنے سے روکتا ہے۔ اسلامی احکامات عورت کو دل اور نظر اور جسمانی برائیوں ے بچاتے ہیں۔ جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کے زوال اور برطانوی تسلط کے بعد عورتوں میں بے حجابی کا فروغ ہوا۔ مسلم ممالک میں مغربی نظامِ تعلیم کو رائج کر کے اور عورت کے متعلق مغربی نظریات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ برطانوی استعمار کے دور میں مغرب کا تصورِ معاشرت اسلامی معاشروں میں پھیلا دیا گیا۔ مغرب کی مخلوط معاشرے پر مبنی تہذیب کی موجود شکل بنیادی طور پر بدلتے ہوئے مذہبی معاشرتی اور معاشی حالات کا ردِ عمل ہے وہ معاشرہ جہاں عورت کو رائے حق دینے، وراثت میں حصہ وصول کرنے کا کوئی تصور نہ تھا جہاں اسے تمام برائیوں اور انسان کی تمام مصیبتوں کا باعث قرار دیا جاتا تھا وہاں یہ ردِ عمل باہمی مساوات کے دلفریب تصور معاشرت کے میدان میں عورتوں اور مردوں کی تقسیمِ کار ختم کرنے کی صورت میں ظاہر ہوا۔

حوالہ جات:

(1) علوی، ڈاکٹر خالد، سلام کا معاشرتی نظام، ص461، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، 2015۔
(2) گلستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، مترجم سید امیر علی بلگرامی، ص:455۔ س ن
(3) مقالات صارم، ص:85
(4) علوی، ڈاکٹر خالد، سلام کا معاشرتی نظام، ص462۔
(5) عبد الرحمن خان، ایم، عورت انسانیت کے آئینے میں، ص:88، اسلامی پبلیکیشنز لاہور۔ س ن
(6) المودودی، ابوالاعلیٰ السید، پردہ، ص:23، اسلامی پبلیکیشنز لاہور، 1988ء
(7) المودودی، ابوالاعلیٰ السید، پردہ، ص:14
(8) ڈاکٹر گستاؤلی بان، تمدن عرب، مترجم سید امیر علی بلگرامی، ص:456
(9) سعید، سید احمد علی، عورت اسلام کی نظر میں، ص:38
(10) الازہری، پیر محمد شاہ، کرم، ضیاء النبی، جلد:1، ص:111، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ لاہور

(11) المودودی،ابوالا علیٰ السید،پردہ،ص:22،

(12)ایس ایم ناز،ڈاکٹر،اسلام میں عورت کی قیادت،ص:50

(13)عورت اسلامی معاشرے میں،ص:19

(14) اسلام اور عورت،ص:25

(15)المودودی،ابوالا علیٰ السید،پردہ،ص:18،

(16)نعمانی،علامہ شبلی،الکلام،جلد:1ص:156،مطبع معارف اعظم،طبع چھارم،1340ھ

(17) بائبل "یسعیاہ" باب سوم،آیت نمبر:17تا19

(18)بریر،ڈاکٹر مینیکم ایم "The Jewish Woman in Rabbinic Literature"

(19)بریر،ڈاکٹر مینیکم ایم "The Jewish Woman in Rabbinic Literature"

(20) محمد امانت الرسول،صاحبزادہ،مذہب انسان کی ضرورت ہے،ص253،زاہد بشیر پرنٹرز،لاہور2003

(21) سورۃالنور،آیت نمبر:30

(22) سورۃالنور،آیت نمبر:27،28

(23) بخاری،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح،کتاب الاستیذان،باب التسلیم والاستیذان ثلاثا،حدیث نمبر:5776

(24) ابوالحسین،مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری،الجامع الصحیح المسلم،کتاب الرضاع،باب الوصیۃ بالنساء،حدیث نمبر:3720